خطبہ جمعہ

جو نیک نیتی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے مہمانوں کی خدمت کرتا ہے اس کا رزق کبھی ختم نہیں ہوتا

خلافت رابعہ کے دور کے شہداء کے ذکر میں آخری خطبہ

جلسہ سالانہ برطانیہ پر آنے والے مہمانوں اور میزبانوں کے لئے اہم نصائح

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المؤمنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۲۳؍جولائی ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۳؍اخاء ۱۳۷۸ء ہجری شمسی

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اسْتَعِيْنُوْابِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ . اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ. وَلَا تَقُوْلُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ. بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾۔

(سورة البقرہ آیات ۱۵۴ تا ۱۵۵)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو (اللہ سے) مدد طلب کرتے رہو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو اللہ کی راہ میں قتل کئے جائیں ان کو مردے نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔ پہلی آیت کے ترجمہ میں لفظ "اللہ سے" بریکٹ میں رکھا ہوا ہے کیونکہ الفاظ میں ظاہر نہیں ہے اس لئے اس کو ترجمہ میں بریکٹ میں ہی رکھا ہوا ہے۔ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ یہ الفاظ میں ظاہر بھی ہے۔

شہداء کے ذکر پر مشتمل یہ میرا آخری خطبہ ہے جس کے بعد انشاء اللہ دوسرے مضمون کے خطبات شروع ہونگے جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں بیان کیا تھا۔ اب خطبات میں مزید یہ ذکر نہیں ہو سکتا ورنہ بعض دوستوں کی طرف سے مطالبے آتے چلے جا رہے ہیں جو معلوم ہوتا ہے ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے اس لئے آج اس جلسے سے پہلے انشاء اللہ اس خطبہ میں جتنے بھی شہداء کا ذکر آئے گا اسی پر اکتفاء ہوگی اور باقی اگر کسی کے ذہن میں کوئی ایسے شہداء آئیں جو ان کے خیال میں شہداء میں شریک ہونے چاہئیں تو ان کو چاہئے کہ وہ تاریخ احمدیت میں وہ کوائف بھجوادیں وہ خود فیصلہ کر لیا کریں گے۔

خلافت رابعہ کے شہداء ۔ آخری خطبہ

مولوی سید محمد موسیٰ صاحب مبلغ سلسلہ شہید۔ اڑیسہ (بھارت)۔ تاریخ شہادت ۳؍دسمبر ۱۹۷۴ء۔ آپ ۳؍دسمبر ۱۹۷۴ء کو دو دیگر خادمانِ سلسلہ کے ساتھ چندہ جات کی تحریک کے سلسلہ میں سفر پر تھے کہ ریلوے لائن عبور کرتے ہوئے ریل گاڑی کے نیچے آکر موقع پر ہی شہید ہوگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ شہید مرحوم ایک لمبا عرصہ ہندوستان کی سب سے بڑی جماعت کیرنگ اڑیسہ کے مبلغ رہے۔ ایک مرتبہ گاؤں کے گھانس پھونس کے مکانات میں آگ بھڑک اٹھی تو آپ کی دعا سے غیر متوقع طور پر بارش ہوگئی جس سے آگ بجھ گئی۔ شہید مرحوم مکرم سید حسن علی صاحب سونگھڑوی کے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ کے تین بڑے بھائی جماعت احمدیہ بھدرک، سورو اور کٹک (اڑیسہ) کے صدر رہے ہیں یا صدر ہیں۔ آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ پسماندگان میں صرف بیوہ چھوڑی ہے۔

عبدالمجید صاحب۔ ربوہ۔ آپ مکرم عبدالکریم صاحب کے بیٹے تھے جو قادیان میں نلکا سازی کا کام کرتے تھے اور ربوہ کے بھی ابتدائی نلکا سازوں میں سے تھے۔ دیکھیں کس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو برکت دی اور آپ کی جو خدمت کا جذبہ تھا آپ کے کام آیا۔ ۱۹۴۳ء میں عبدالمجید صاحب گورداسپور میں پیدا ہوئے۔ خدمت خلق تحریک کے تحت ۲۵؍جنوری ۱۹۹۴ء کو غانا میں نلکے لگوانے کے پروگرام پر بھجوائے گئے۔ جہاں آپ نے ایک سال تک خدمات وقف کیں۔ واپسی کے سفر پر نیروبی قیام کے دوران بیمار ہوگئے اور اسی بیماری سے وطن پہنچنے سے پہلے دسمبر ۱۹۹۴ء میں وفات پائی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ تدفین کے لئے آپ کی میت ربوہ لے جائی گئی۔

اے ٹی ایم حق صاحب شہید اور مصطفیٰ علی صاحب عرف ننّو میاں شہید۔ بنگلہ دیش۔ تاریخ شہادت ۲۱؍مئی ۱۹۹۵ء۔ ۲۱؍مئی ۱۹۹۵ء کی رات کو مکرم نیشنل امیر صاحب بنگلہ دیش کی ہدایت پر مکرم اے، ٹی، ایم حق صاحب نائب نیشنل امیر کی سربراہی میں ایک وفد بعض جماعتی امور سرانجام دینے کیلئے احمد نگر بھجوایا گیا۔ اس وفد میں اُن کے ساتھ مکرم عبدالاوّل خان صاحب مربی سلسلہ، مکرم رضاء الکریم صاحب سیکرٹری وصایا، مکرم میر بشیر الدین محمود احمد صاحب، میر صداقت علی صاحب اور ڈرائیور مکرم مصطفیٰ علی صاحب ننّو بھی شامل تھے۔ صبح گیارہ بجے ان کی گاڑی فیری کے ذریعہ دریا جمنا پار کرکے "نگر باڑی" کھاٹ پر اُتری اور آگے کا سفر شروع کیا مگر دوپہر بارہ بج کر بیس منٹ پر رائے گنج تھانہ کے قریب مین روڈ پر ایک ٹرک سے ٹکرا گئی جس کے نتیجہ میں مکرم اے، ٹی، ایم حق صاحب تو موقع پر ہی دم توڑ گئے جبکہ کار کے ڈرائیور مکرم مصطفیٰ علی ننّو صاحب بوگرا ہسپتال پہنچتے ہوئے رستہ میں وفات پاگئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون.

مکرم اے، ٹی، ایم حق صاحب بہت ہی نیک اور مخلص احمدی تھے۔ یہ پہلے پیر پرست اور قبر پرست مسلمان تھے۔ ۱۹۶۰ء کے قریب خود احمدیت قبول کی۔ مریض ہونے کے باوجود یہ جماعت کے کاموں میں تقریباً روزانہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ بہت ہی صاف گو، نفاست پسند اور خوش پوش بزرگ تھے۔ بوقت شہادت عمر ۷۵ سال تھی۔ شہید مرحوم نے اپنے پیچھے تین بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑیں۔ تینوں بیٹے ماشاء اللہ نہایت مخلص اور فدائی احمدی ہیں۔

شہید مصطفیٰ علی ننّو صاحب بھی بڑے نرم مزاج اور بااخلاق نوجوان تھے۔ آپ مکرم رمیز الدین صاحب آف احمد نگر کے بیٹے تھے۔ جماعت کی گاڑی چلانے کے علاوہ ٹائپسٹ کا کام بھی کرتے تھے۔ آپ کی شادی ہوئے تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا۔ کوئی بچہ نہیں ہوا۔ پسماندگان میں صرف ایک بیوہ چھوڑیں۔

چودھری عبدالرشید شریف صاحب شہید۔ لاہور۔ تاریخ شہادت ۳۰؍اکتوبر ۱۹۹۸ء۔ آپ مولانا چودھری محمد شریف صاحب مرحوم سابق مبلغ بلادِ عربیہ و مغربی افریقہ اور محترمہ فضل بی بی صاحبہ مرحومہ کے بیٹے تھے۔ حیفا فلسطین میں ۱۹۴۱ء میں پیدا ہوئے۔ ابھی صرف دو سال کے تھے کہ والدہ وفات پاگئیں۔ آپ کی پرورش آپ کی دوسری والدہ محترمہ حکمت عباس عودہ صاحبہ نے نہایت ہی محبت اور خوش خلقی کے ساتھ کی۔

آپ دسمبر ۱۹۵۵ء میں اپنے والد محترم کے ہمراہ پاکستان آئے۔ تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے بی۔اے اور لاہور کالج سے ایم۔اے کرنے کے بعد سی۔ایس۔پی کے مقابلہ کے امتحان میں نمایاں کامیابی حاصل کی اور پنجاب میں بطور ڈپٹی سیکرٹری فنانس مقرر ہوئے۔ متعصب مولوی اگرچہ آپ کے خلاف شدید پراپیگنڈہ کرتے رہے مگر آپ کی ایمانداری اور اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے حکومت اُن

کو الگ نہ کر سکی بلکہ آپ مزید ترقی کرتے رہے۔ ایک موقعہ پر منفی سفارش کے ساتھ آپ کا معاملہ صدر ضیاء تک بھی پہنچا تو آپکی ملازمت ختم کرنے کا حکم فوری طور پر جاری کر دیا گیا مگر جب گورنر پنجاب جنرل سوار خان نے آپکی فائل صدر کو بھجوائی کہ دیکھ تو لو یہ کیسا افسر ہے تو اسے دیکھ کر یہ نیا حکم جاری کرنا پڑا کہ سر دست اسے کسی اور جگہ تبدیل کر دیا جائے۔

آپ رفاہی کاموں میں دل کھول کر حصہ لیتے تھے اور بزرگ باپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے آپ ہمیشہ صداقت پر قائم رہے۔

۳۰ر اکتوبر ۱۹۹۸ء کی شام کو بعض قاتلوں نے آپ کو احمدیت کے جرم میں بڑی بیدردی سے شہید کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کی شادی محترم الحاج ڈاکٹر محمد سعید صاحب کی صاحبزادی نازی سعید صاحبہ سے ہوئی تھی جو لجنہ اماء اللہ لاہور کی ایک فعال کارکنہ ہیں۔ آپ نے اپنے پیچھے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹا عبدالعزیز اور دو بیٹیاں فوزیہ رشید اور شیبا رشید چھوڑے۔ بیٹا قالینوں کا کاروبار کرتا ہے۔ دونوں بیٹیاں اعلیٰ تعلیمیافتہ اور اپنے گھروں میں خوش ہیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی بشیر شریف انگلستان میں ہر جماعتی خدمت میں پیش پیش رہتے ہیں اور اللہ کے فضل سے ایک مثالی احمدی ہیں۔

ملک اعجاز احمد صاحب شہید۔ وزیرآباد۔ تاریخ شہادت یکم دسمبر ۱۹۹۸ء۔ آپ مکرم عنایت اللہ صاحب مرحوم "ڈھونیکے" تحصیل وزیر آباد کے صاحبزادہ تھے اور ایک نڈر داعی الی اللہ تھے۔ آپ کی دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں ہی "جنڈیالہ ڈھاب والا" میں ایک خاندان کے جملہ افراد کو بیعت کرنے کی توفیق ملی تھی۔ اس سے قبل اس گاؤں میں کوئی احمدی نہ تھا۔ اپنوں اور غیروں میں آپ کا حلقہ بڑا وسیع تھا۔ ڈاکٹر نذیر احمد صاحب شہید کے مقدمہ میں مجرموں کو گرفتار کروانے میں آپ نے بڑی کوشش کی۔ اسی لئے مخالفین آپ کے جانی دشمن ہو گئے۔

واقعہ شہادت۔ یکم دسمبر ۱۹۹۸ء کو آپ وزیر آباد میں اپنی سیمنٹ ایجنسی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ صبح دس بجے کے قریب ایک لڑکا جس نے چادر لپیٹ رکھی تھی آیا اور پوچھا کہ ملک اعجاز کون ہے؟ ملک اعجاز صاحب کے ساتھ آپ کے دوست بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا، کیوں کیا بات ہے؟ مَیں ملک اعجاز ہوں۔ یہ سنتے ہی اس لڑکے نے اپنی چادر کے نیچے سے لوڈ کیا ہوا ریوالور نکالا اور آپ پر فائر کر دیا۔ ملک صاحب کو دو گولیاں لگیں جن سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ فائر کرنے کے بعد وہ لڑکا فرار ہونے کے لئے قریبی گلی میں دوڑا مگر ملک صاحب کے ایک دوست اور ملازم نے اہلِ محلّہ کے تعاون سے اسے پکڑ کر حوالہ پولیس کر دیا۔ آپ کے دوسرے دوست آپ کو تانگہ میں ڈال کر سول ہسپتال لے گئے جہاں ابتدائی طبّی امداد دی گئی۔ ابھی آپریشن تھیٹر میں لے جانے کی تیاری ہو رہی تھی کہ مولیٰ کریم کی طرف سے بلاوا آگیا اور آپ لبیک کہتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

شہید مرحوم کی اپنی کوئی اولاد نہیں تھی۔ آپ نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ اپنی ایک زیر کفالت بچی چھوڑی جوان دنوں میڈیکل کالج کی طالبہ ہیں۔

مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ عمر سلیم بٹ صاحب۔ چونڈہ، سیالکوٹ۔ تاریخ شہادت ۹ر مئی ۱۹۹۹ء۔ آپ چونڈہ کے ایک مخلص احمدی مکرم میاں محمد عبداللہ صاحب بٹ کی بیٹی تھیں۔ دعوت الی اللہ کا کام بڑے جوش اور جذبہ سے کرتی تھیں۔ چنانچہ آپ کی کوششوں سے چونڈہ کے نواحی گاؤں ڈوگرانوالی میں دو بہن بھائی فروری ۱۹۹۹ء میں احمدی ہو گئے۔ چونکہ اس گاؤں میں اَور کوئی احمدی نہ تھا اس لئے دونوں نومبائعین کو کافی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے دونوں کا بہت خیال رکھا اور ہر مشکل میں انہیں حوصلہ اور تسلّی دیتی رہیں۔ اس مقصد کی خاطر آپ اُن کے گاؤں چلی جاتی تھیں۔ آخری بار یکم مئی ۱۹۹۹ء کو وہاں گئیں تاکہ اُن کے والد کو زیارتِ مرکز کے لئے ربوہ لے جانے کا پروگرام بنائیں۔ نومبائع عابد حسین اپنے کسی کام کی غرض سے سیالکوٹ گئے ہوئے تھے لہٰذا ان کی واپسی کا انتظار کرتے کرتے دیر ہو گئی اور پھر کوئی سواری نہ ملنے کی وجہ سے آپ کو ڈوگرانوالی میں ہی رات ٹھہرنا پڑا۔

نومبائعین کا ایک سوتیلا بھائی رفاقت حسین جو مجرمانہ ذہنیت کا مالک اور منشیات اور چوری وغیرہ کے کئی مقدمات میں ملوث ہے، گھر میں احمدیت پھیلانے کی ذمہ دار مبارکہ بیگم کو سمجھتا تھا لہٰذا ان کا سخت دشمن تھا۔ چنانچہ اُس نے ۲ر مئی ۱۹۹۹ء کی صبح آپ پر چھریوں کے پے در پے وار کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ آپ کو اسی حالت میں علامہ اقبال ہسپتال سیالکوٹ پہنچایا گیا جہاں ڈاکٹروں نے آپ کا آپریشن کیا۔ بظاہر آپریشن کامیاب رہا لیکن چند دن بعد آپ کی حالت بگڑنے لگی تو فوراً میو ہسپتال لے جایا گیا جہاں آپ ۹ر مئی ۱۹۹۹ء کو وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

آپ کے پسماندگان میں آپ کے خاوند مکرم عمر سلیم صاحب کے علاوہ تین بیٹے، دو بیٹیاں اور والدہ شامل ہیں۔ ایک بیٹا ثاقب تحریک وقف نو میں شامل ہے۔

اب آخر میں میں **آصفہ بیگم** کا ذکر کرتا ہوں۔ کیونکہ بکثرت لوگوں کے خطوط مل رہے ہیں اور مجھ پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ آپ کی تعریف کے مطابق وہ بھی شہیدوں میں شامل ہیں۔ مجھے تو جب بھی وہ یاد آتی ہیں نہ جانے کیوں ذہن پر یہ شعر قبضہ کر لیتا ہے ؎

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم

وہ شر میں رکھنے والا جانتا ہے جہاں تک مجھے یقین ہے وہ اللہ کے نزدیک شہداء میں شامل تھیں میرے شہید کہنے یا نہ کہنے سے بھی ان کا مقام میرے اللہ کے حضور وہی رہے گا جو مقدر ہو چکا ہے۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے۔

پس یہ آخری ذکر ہے خطبات میں شہداء کا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے اب بند کر دیا جائے گا۔

اب اس جلسے کے مہمانوں کی آمد آمد کے پیش نظر چند احادیث آپ کے سامنے رکھتا ہوں اور چند اقتباسات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے۔ اس سے پتہ لگے گا کہ مہمانوں کی کیسی خدمت ہونی چاہئے۔ علاوہ ازیں جو مہمانوں کے حقوق اور میزبانوں کے حقوق ہیں اور جلسہ سالانہ میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے اس کے متعلق انشاء اللہ تعالیٰ جلسہ سے پہلے جو خطبہ دیا جائے گا اس میں تفصیل سے ذکر ہو جائے گا اور اکثر لوگ آ بھی چکے ہونگے اور سب اس مضمون کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں گے۔

پہلی روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ کون سا اسلام سب سے بہتر ہے۔ فرمایا (ضرورت مندوں کو) کھانا کھلاؤ اور ہر اس شخص کو جس کو تم جانتے ہو یا نہیں جانتے سلام کہو۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب اطعام الطعام من الاسلام)

پس خصوصاً اس جلسے پر اور آج کل بھی یہ عادت ایسی ہے جس کو بہت پختہ کر لینا چاہئے۔ ہر چھوٹے بڑے کو سلام کہیں۔ مجھے یاد ہے قادیان میں تو یہ ایسا رواج تھا کہ ہمارے استاد حافظ صاحب دور سے بھینس کے قدموں کی آواز بھی سنتے تھے تو سلام کہہ دیا کرتے تھے۔ نظر تو آتا نہیں تھا کون ہے مگر چاپ سن کر اس لئے سلام کرنے میں جلدی کرتے تھے کہ پہلے مجھے ثواب مل جائے۔ پس آپ بھی سلام کرنے میں جلدی کیا کریں اور اس کا ثواب حاصل کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے عظیم عطا فرمائے۔

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے"۔ یہ بہت ہی پیاری نصیحت ہے۔ کچھ کہنا ہے تو اچھی بات کہو ورنہ چپ رہا کرو۔ "اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔ اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرے"۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار و الضیف ولزوم الصمت الاعن الخیر وکون ذلک کله من الایمان)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ سے کھانے کے لئے مانگنے کی غرض سے آیا تو آپ نے اسے وسق (ماپنے کے لئے ایک پیمانہ) بھر کر جو دیئے۔ ان میں سے وہ خود بھی کھاتا رہا اور اس کی بیوی اور دونوں کے مہمان بھی۔ یہاں تک کہ اس نے اس (بقیہ جو کی مقدار) کو ماپا۔ پھر وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا "اگر تم اسے نہ ماپتے تو تم اس میں سے کھاتے رہتے اور تمہارے لئے بچے بھی رہتے"۔ (صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی معجزات النبی ﷺ)۔

یہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا اعجاز ہے جس کو میں نے آج بھی اسی طرح جاری دیکھا ہے۔ **یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ جو نیک نیتی سے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے مہمانوں کی خدمت کرتا ہے اس کا رزق کبھی ختم نہیں ہوتا۔**

ایک روایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا اور یہ سنن ترمذی کتاب البر والصلة میں درج ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں کچھ ایسے بالاخانے ہیں کہ ان کے اندر سے باہر والے حصوں کو دیکھا جا سکتا ہے اور باہر سے اندر والے حصوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ ایک اعرابی نے کھڑے ہو کر عرض کی، یا رسول اللہ! یہ کن کے لئے ہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ ان کے لئے جنہوں نے خوش کلامی کی، کھانا کھلایا، باقاعدگی سے روزے رکھے اور خدا کی خاطر رات کے وقت اس حال میں نماز ادا کی کہ لوگ

سورہے ہوں۔(سنن الترمذی کتاب البر والصلة باب ما جاء فی قول المعروف)۔یہ جو آخری حالت میں نماز ادا کرنے کا تعلق ہے یہ نیکی تو دنیا میں کسی کو نظر نہیں آ سکتی اس لئے اللہ نے وہ بالاخانے ایسے عطا کئے جن کے اندر نظر پڑتی ہے اور ان کی حالت سے سب دیکھنے والے واقف ہو جاتے ہیں۔

اب آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانی کے متعلق چند اقتباسات پڑھ کے اس مختصر خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ پہلے تو مواد میں نے زیادہ رکھا ہوا تھا مگر پھر خیال آیا کہ جلسہ سالانہ پر ضرورت زیادہ ہو گی کہ اس مواد کو پیش کیا جائے اس لئے یہاں سے نکال دیا گیا ہے۔ بلا تکلف جس وقت تک یہ مضمون چلتا ہے وہیں خطبے کو ختم کر دیا جائے گا۔

مہمانوں کے انتظام مہمان نوازی کی نسبت ذکر ہوا۔ فرمایا:-

”میرا ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو بلکہ اس کے لئے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے مہمانوں کو آرام دیا جاوے۔ مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس سے پیشتر میں نے یہ انتظام کیا ہوا تھا کہ خود بھی مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ مگر جب سے بیماری نے ترقی کی اور پرہیزی کھانا کھانا پڑا تو پھر وہ التزام نہ رہا۔ ساتھ ہی مہمانوں کی کثرت اس قدر ہو گئی کہ جگہ کافی نہ ہوتی تھی اس لئے بمجبوری علیحدگی ہوئی۔ ہماری طرف سے ہر ایک کو اجازت ہے کہ اپنی تکلیف کو پیش کر دیا کرے۔ بعض لوگ بیمار ہوتے ہیں۔ ان کے واسطے الگ کھانے کا انتظام ہو سکتا ہے۔(ملفوظات جلد سوم۔ طبع جدید صفحہ ۲۹۲)

اُس زمانے سے اِس زمانے میں تو مہمانوں کی کثرت کا کوئی آپس میں بظاہر موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ معزز مہمان اپنے درجات میں بہت بلند تھے مگر آج بھی جو معزز مہمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلسوں میں شامل ہوتے ہیں وہ نیک نیتی سے ہی آتے ہیں اور خدا کے حضور بڑا درجہ پاتے ہیں۔ پس ان کے متعلق جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ممکن نہیں رہا تھا کہ ان کے ساتھ بیٹھ کے کھانا کھائیں میرے لئے بھی بعض دفعہ یہ ممکن نہیں رہتا کہ خود اپنے گھر ٹھہرنے والے مہمانوں کے ساتھ بھی مل کر کھانا کھا سکوں حالانکہ اس سے پہلے میرا دستور یہی ہوا کرتا تھا کہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤں۔ تو یہ مجبوریاں ہیں کچھ پرہیزی پر بھی اکتفاء کرنی پڑتی ہے اس لئے میں امید رکھتا ہوں کہ آنے والے اس سے درگزر فرمائیں گے۔

منتظمان باورچی خانہ کو آپ نے تاکید کی کہ ”آج کل موسم بھی خراب ہے اور جس قدر لوگ آئے ہوئے ہیں یہ سب مہمان ہیں اور مہمان کا اکرام کرنا چاہئے۔ اس لیے کھانے وغیرہ کا انتظام عمدہ ہو۔ اگر کوئی دودھ مانگے دودھ دو۔ چائے مانگے چائے دو۔ کوئی بیمار ہو تو اس کے موافق الگ کھانا اسے پکا دو۔(ملفوظات جلد سوم۔ صفحہ ۱۵،۱۶ طبع جدید)

الحمدللہ کہ جماعت انگلستان اس پر عمل در آمد کر رہی ہے اور مسلسل چوبیس گھنٹے چائے پلانے کا انتظام بھی جاری ہے اور دودھ پلانے کا بھی انتظام جاری ہے۔ جس مہمان کو جو عادت ہو اس کے مطابق اس کی خدمت کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر اگر کوئی کہے کہ مجھے الگ کھانا پکوا دیا جائے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا بھی انتظام کیا ہوا تھا۔ تو آج کل الگ کھانا بعض مہمانوں کے لئے پکایا جاتا ہے۔ وہ اس میں سے مہمانوں کو جو الگ کھانا کھانا چاہیں پیش کر دیا جایا کرتا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مہمان تکلف نہ کیا کریں۔ ”بعد نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول جلوس فرما ہوئے تو میر صاحب نے عبدالصمد صاحب آمدہ از کشمیر کو آگے بلا کر حضور کے قدموں کے نزدیک جگہ دی اور حضرت اقدس سے عرض کی کہ ان کو یہاں ایک تکلیف ہے کہ یہ چاولوں کے عادی ہیں اور یہاں روٹی ملتی ہے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ مَا اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ (سورہ ص: آیت ۸۷) ہمارے مہمانوں میں سے جو تکلّف کرتا ہے اسے تکلیف ہوتی ہے اس لئے جو ضرورت ہو کہہ دیا کرو۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ ان کے لئے چاول پکوا دیا کرو“۔(ملفوظات جلد دوم۔ طبع جدید صفحہ ۴۸۲)

حضرت اقدس علیہ السلام نے منشی عبدالحق صاحب کو مخاطب کر کے یہ فرمایا کہ:

”آپ ہمارے مہمان ہیں اور مہمان آرام وہی پا سکتا ہے جو بے تکلّف ہو۔ پس آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو، مجھے بلا تکلّف کہہ دیں“۔

پھر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا:

”دیکھو، یہ ہمارے مہمان ہیں اور تم میں سے ہر ایک کو مناسب ہے کہ ان سے پورے اخلاق سے پیش آوے اور کوشش کرتا رہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

(ملفوظات جلد دوم۔ طبع جدید صفحہ ۸۰)

مہمان خانہ کے منتظمین کے لئے یہ تاکیدی ہدایت تھی:

”لنگر خانہ کے مہتمم کو تاکید کر دی جاوے کہ وہ ہر ایک شخص کی احتیاج کو مدّنظر رکھے مگر چونکہ وہ اکیلا آدمی ہے اور کام کی کثرت ہے ممکن ہے کہ اُسے خیال نہ رہتا ہو، اس لیے کوئی دوسرا شخص یاد دلا دیا کرے“۔

اب دیکھیں کام کتنا پھیل گیا ہے کہ وہ اکیلے آدمی کے ساتھ ایک معاون کام کیا کرتا تھا اور اب تو خدا کے فضل سے ہزارہا معاون کام کر رہے ہوتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہی یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستر خوان کو برکت عطا فرمائی ہے۔

پھر فرمایا ”کسی کے میلے کپڑے وغیرہ دیکھ کر اس کی تواضع سے دست کش نہ ہونا چاہیے، کیونکہ مہمان تو سب یکساں ہی ہوتے ہیں۔ اور جو نئے ناواقف آدمی ہیں تو یہ ہمارا حق ہے کہ اُن کی ہر ایک ضرورت کو مدّنظر رکھیں۔ بعض وقت کسی کو بیت الخلا کا ہی پتہ نہیں ہوتا تو اُسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مہمانوں کی ضروریات کا بڑا خیال رکھا جاوے“۔

اب خدا کے فضل سے بیوت الخلاء کے متعلق بڑے کھلے واضح اشارے ہر جگہ لگا دئے گئے ہیں تا کہ جن صاحب کو ضرورت ہو وہ بغیر پوچھے وہاں تک جا سکیں۔ اس کی طرف جماعت انگلستان نے بڑی گہری توجہ کی ہے۔

”مَیں تو اکثر بیمار رہتا ہوں، اس لیے معذور ہوں۔ مگر جن لوگوں کو ایسے کاموں کے لئے قائمقام کیا ہے یہ ان کا فرض ہے کہ کسی قسم کی شکایت نہ ہونے دیں۔ کیونکہ لوگ صدہا اور ہزارہا کوس کا سفر طے کر کے صدق اور اخلاص کے ساتھ تحقیقِ حق کے واسطے آتے ہیں۔ پھر اگر اُن کو یہاں تکلیف ہو تو ممکن ہے کہ رنج پہنچے اور رنج پہنچنے سے اعتراض بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس طرح سے ابتلا کا موجب ہوتا ہے اور پھر گناہ میزبان کے ذمہ ہوتا ہے“۔(ملفوظات جلد چہارم۔ طبع جدید صفحہ ۱۷۰)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بہت پیاری روایت بیان کرتے ہیں جسے میں آخر پر بیان کرتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں:

”مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ مَیں لاہور سے قادیان آیا ہوا تھا۔ غالباً ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہو گا۔ مجھے حضرت صاحب علیہ السلام نے مسجد مبارک میں بٹھایا جو کہ اُس وقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ فرمایا کہ آپ بیٹھئے مَیں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپؑ اندر تشریف لے گئے۔ میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے۔ مگر چند منٹ کے بعد جبکہ کھڑکی کھلی، تو مَیں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ سے سینی اٹھائے ہوئے میرے لئے کھانا لائے ہیں۔ مجھے دے کر فرمایا کہ آپ کھانا کھایئے مَیں پانی لاتا ہوں“۔ پانی کے ذکر کے ساتھ ہی وہ کہتے ہیں ”بے اختیار رقّت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب حضرت ہمارے مقتدا، پیشوا ہو کر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں تو ہمیں آپس میں ایک دُوسرے کی کِس قدر خدمت کرنی چاہئے“۔(ذکر حبیب صفحہ ۲۲۷ مصنّفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

پس یہ آج کے مضمون کا آخری حصہ تھا جو میں نے سنا دیا اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے مہمان نوازی اور میزبانی کے متعلق جتنے بھی حقوق ہیں ان کا ذکر انشاء اللہ جلسہ سالانہ کے خطبہ میں کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ۔